عقیقہ کی حقیقت

محمد صغیر حسن معصومی

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے قوانین اور قرآنی احکام و نواہی پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ و السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں۔ احادیث کے ذخیرے اور قدماء امت کی تصانیف اس بات کی شاہد ہیں کہ بہت سے افعال رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے امام مالک رح تک عملاً پہنچے۔ بعض روایات خود امام مالک نے ایسی منضبط کی ہیں جن کے متعلق ان کو کہنا پڑا کہ روایت یہی ہے مگر اہل مدینہ کا عمل اس کے مطابق نہیں۔ ظاہر ہے کہ امام مالک حدیث کے آگے اہل مدینہ کے نبوی طریقۂ عمل کو باطل نہ کہہ سکے، اور خود بھی عمل میں ان کی اقتداء کرتے رہے۔ ان کا مجموعہ حدیث اولین مجموعہ ہے اور جس کی مرسل روایتیں بھی محدثین کے نزدیک مرفوع کا درجہ رکھتی ہیں کہ بعد کی بیان کردہ اسانید کے لحاظ سے ان کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، مؤطا امام مالک کے علاوہ امام اوزاعی شامی کے اقوال، امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتابیں اس امر کی شہادت پیش کرتی ہیں کہ ان کے یہاں بہت سی ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن کا ذکر صحاح ستہ اور بعد کے دوسرے مجامیع حدیث میں بھی موجود نہیں، اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا اس وقت اسی موضوع سے متعلق ایک خاص مسئلے یعنی عقیقہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

اس مقالے کی تحریک اس بات سے ہوئی کہ کچھ دن ہوئے راقم کی توجہ امام شوکانی کی مشہور عالم شرح حدیث نیل الاوطار (شرح منتقی الاخبار)، طبع ثانی، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء، مطبعہ مصطفی البابی المصری، جلد ۵، ص ۱۴۰ کی حسب ذیل عبارت کی طرف دلائی گئی :

"حکی صاحب البحر عن ابی حنیفة ان العقیقة جاهلیة محاها الاسلام، وهذا ان صح عنه حمل علی انها لم تبلغه الاحادیث الواردة فی ذلک" -

ترجمہ : صاحب البحر نے امام ابو حنیفہ سے حکایت کی ہے کہ عقیقہ زمانۂ جاہلیت کی رسم ہے جس کو اسلام نے مٹادیا - یہ بات اگر صحیح ہے تو اس کا مفہوم یہ لیا جائے گا کہ امام ابو حنیفہ کو عقیقہ کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں، نہیں پہنچیں -

عقیقہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب بچہ پیدا ہوتا تو ساتویں دن ایک بکرہ ذبح کرتے، بچے کا سر مونڈتے اور جانور کا خون سر پر لگاتے، پھر اسکا نام رکھتے - اس رسم کا ذکرکرتے ہوئے امام علاؑالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی (المتوفی ۵۸۷ھ، جن کا لقب "ملک العلماؑ"، تھا) نے اپنی کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد پنجم کے صفحہ ۶۹ پر امام محمد رحمۃاللہ علیہ سے ابو بکر کیسانی کی حکایت بیان کی ہے، کہ قربانی نے جاہلیت کے چند خون منسوخ کردئیے، جاہلیت میں عقیقہ کا رواج تھا، شروع اسلام میں لوگ اس پر عمل کرتے رہے، پھر یہ عمل قربانی کے حکم سے منسوخ ہوگیا، جاہلیت کے دو اور ذبیحے تھے ایک کو رجبیہ کہتے تھے، یعنی ایک گھر والے ایک بکری رجب کے مہینے میں ذبح کرتے، پکاتے اور کھاتے تھے، اسی طرح عتیرہ ایک دوسرا ذبیحہ تھا، جب اونٹنی یا بکری بچہ دیتی تو پہلے بچہ کو ذبح کرتے اور سب مل کر کھاتے تھے، امام محمد کا بیان ہے کہ اسلام میں جب قربانی کا حکم دیا گیا تو یہ تینوں طرح کے ذبیحے : عقیقہ، رجبیہ، اور عتیرہ منسوخ ہوگئے - امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کرنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت مؤکدہ - ان ذبیحوں کے منسوخ ہونے کی دلیل ام المؤمنین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے جسکو ہرگز آپ نے اپنے اجتہاد سے نہیں فرمایا ہوگا بلکہ ایسا ہی حکم آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور سمجھا ہوگا، آپ فرماتی ہیں :

"روی عن سیدتنا عائشة رض انها قالت نسخ صوم رمضان کل صوم کان قبله، و نسخت الاضحیة کل ذبح کان قبلها، و نسخ غسل الجنابة کل غسل کان قبله"، یعنی ام المؤمنین حضرت عایشه رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے، آپ نے فرمایا "رمضان کے روزے نے اس سے قبل کے ہر روزے کو مٹادیا، قربانی نے اس سے پہلے کے ہر قسم کے ذبح کو منسوخ کیا، اور غسل جنابت کے حکم نے پہلے کے ہر طرح کے غسل کو مٹادیا"۔

بنا بریں امام محمد رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عقیقہ ایسا ذبیحہ ہے جس کا جی چاہے کرے، جس کا جی چاہے نہ کرے (ذکر محمد فی العقیقة فمن شاء فعل و من شاء لم یفعل)۔ اور جامع صغیر میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ناپسندیدگی اور کراہیت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ عقیقہ اس زائد (فضل) تھا جس کا منسوخ ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مکروہ ہے، کیونکہ روزہ اور صدقہ فرض تھا، جب منسوخ ہوا تو مباح یا نفل ہونا باقی رہا۔ (کاسانی : بدائع جلد ٥، ص ٦٩)۔

علامہ کاسانی کی حسب ذیل عبارت بھی قابل غور ہے :

وقال الشافعی رض العقیقة سنة عن الغلام شاتان و عن الجاریة شاة، واحتج بماروی ان رسول اللہ ص عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا، و انا نقول انها کانت ثم نسخت بدم الاضحیة بحدیث سیدتنا عایشة رض، و کذا روی عن سیدنا علی رض انه قال : نسخت الاضحیة کل دم کان قبلها، والعقیقة کانت قبلها کالعتیرة، و روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سئل عن العقیقة فقال : ان اللہ تعالی لایحب العقوق من شاء فلیعق عن الغلام شاتین و عن الجاریة شاة، و هذا ینفی کون العقیقة سنة لانه علیه الصلوة و السلام علق العق بالمشیئة و هذا امارة الاباحة ، واللہ عز شانه اعلم۔

ترجمہ : امام شافعی رض فرماتے ہیں عقیقہ سنت ہے، لڑکے کی طرف سے

دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرنا چاہئیے) - ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا (ذبح کیا) -
اور ہم (یعنی احناف) کہتے ہیں کہ عقیقہ تھا، پھر قربانی کے حکم سے منسوخ ہوگیا (جس کی وضاحت) ام المؤمنین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے - اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا : قربانی کے حکم سے قبل کے ہر طرح کے ذبیحہ کو منسوخ (قرار دیا گیا) -
اور عقیقہ بھی قربانی سے پہلے مثل عتیرہ کے تھا یعنی قربانی نے اسے منسوخ کردیا) - روایت ہے کہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عقیقہ کا کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا : اللہ تعالی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا ہے، جو چاہے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں (ذبح کرے) - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں کیونکہ آپ نے اسے انسان کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے اور یہی بات اس کے مباح ہونے کی دلیل ہے واللہ تعالی اعلم -

عقیقہ کے اختیاری ہونے کی مزید حدیثیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حسب ذیل روایت کی گئی ہیں : (دیکھئیے مرتضی زبیدی : عقود الجواہر المنیفۃ، ج ۲، ص ۹۴) -

"ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انہ قال کانت العقیقۃ فی الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام رفضت، کذارواہ محمد بن الحسن فی الاثار عنہ، قال و بہ ناخذ -

ابو حنیفۃ عن زید بن اسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا احب العقوق، کذا رواہ طلحۃ من طریق عبداللہ بن الزبیر عنہ، قال و رواہ الصلت بن الحجاج عن ابی حنیفۃ عن زید بن اسلم، فقال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ، فقال لا احبہا ولم یذکر ابا قتادۃ، و کذ ارواہ ابو

يوسف عنه ورواه ابن المظفر بن طريق محمد بن واصل ابن اسلم عنه عن زيد بن اسلم قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن العقيقة قال لا احب العقوق كانه كره الاسم -

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رح نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی، انہوں نے کہا عقیقہ جاہلیت میں (رائج) تھا، جب اسلام آیا، تو چھوڑ دیا گیا، امام محمد بن حسن نے اپنی کتاب الاثار میں ایسے ھی روایت کی ہے، اور فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو لیتے ھیں، امام ابو حنیفہ نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے ابو قتادہ رض سے روایت کی، انہوں نے کہا حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا ـ ایسے ھی طلحہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے طریق سے روایت کی، طلحہ نے کہا اس کو صلت بن الحجاج نے امام ابو حنیفہ سے بواسطہ زید بن اسلم روایت کیا، فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا، (راوی) نے ابو قتادہ کا ذکر نہیں کیا، ایسی ھی روایت ان (زید) سے امام ابو یوسف نے بیان کی، اور ابن مظفر نے محمد بن واصل ابن اسلم کے طریق سے زید بن اسلم سے بیان کیا، فرمایا: حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں عقوق (عقیقہ کرنے) کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ نے اس نام (عقیقہ) کو ناپسند فرمایا ـ

روایات مذکورہ بالا سے یہ بات واضح ہے کہ احناف کا مسلک عقیقہ کے بارے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیان کردہ آثار و احادیث پر مبنی ہے ـ تاریخ شاھد ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین عہد صحابہ سے زیادہ قریب تھے، اور ان کی کتابیں ایسے آثار و احادیث پر مشتمل ھیں جن کا وجود تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے مجامیع حدیث میں کلاً یا جزواً مفقود ہے ـ امام صاحب کے نوجوان معاصر امام مالک ھیں جن

کتاب مؤطا اولین مجموعۂ حدیث ہے ۔ ظاہر ہے کہ امام مالکیہ کا قول احادیث
وی کے خلاف نہیں ہو سکتا ۔ امام مالک کے نزدیک عقیقہ سنت ہے ۔ اور
گرچہ حسن بصری رحمۃاللہ علیہ کے نزدیک عقیقہ واجب ہے، ان کی اور قتادہ
ی رائے ہے کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا جائے ۔ ساتھ ہی حسن بصری
اور ابن سیرین کا قول ہے کہ اضحیہ (قربانی) عقیقہ کے لئے کافی ہے، یعنی اگر
کوئی قربانی کرے تو پھر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں (دیکھئے کتاب اختلاف
الصحابة و التابعین، نسخه مصوره، ادارۂ هذا، ورق ۱۳۲ : وهی (العقیقة) سنة
عند اکثر اهل العلم، و هو قول مالک و احمدرح، و قال ابو حنیفة و اصحابه
لیست بسنة ، ویحکی عن الحسن انها واجبة، وهو مذهب داؤد . . واختلفوا فی
التسویة بین الغلام و الجاریة، فکان الحسن و قتادة لایریان عن الجاریة عقیقة،
و ذهب قوم الی التسویة بینهما عن کل واحد شاة ۔

ترجمه : اکثر اهل علم کے نزدیک عقیقه سنت ہے، امام مالک اور امام
احمد کا قول یہی ہے، امام ابو حنیفه اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں کہ سنت
نہیں ۔ حسن بصری سے حکایت کی جاتی ہے کہ عقیقه واجب ہے، اور یہی مذہب
داؤد کا بھی ہے ۔ لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں
کی طرف سے برابر برابر عقیقه دیا جائے ۔ حسن بصری اور قتادۃ کی رائے ہے کہ
لڑکی کی طرف سے عقیقه نہیں ہے ۔ اور ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے
کہ دونوں کے درمیان برابری ہے، ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح
کی جائے'' ۔

صاحبین رح کے بعد سب سے قدیم حنفی تالیف امام طحاوی کی اختلاف الفقہاء
جلد اول ہے ۔ (دیکھئے صفحه ۸۹، ۹۰، شایع کرده ادارۂ تحقیقات اسلامی،
اسلام آباد) باب ''فی العقیقه'' کا پورا ترجمه حسب ذیل ہے :

''امام محمدرح نے املا میں کہا ہے کہ عقیقه نفل ہے، ابن

کا رواج جاهلیت کے زمانه میں تها مسلمان ابتداً اسلام میں عقیقه کرتے رهے، پهر قربانی کے ذبیحه نے اس (عقیقه) کو منسوخ کردیا تو جو چاهے عقیقه کرے جو چاهے نه کرے۔ امام مالک یتیم کی طرف سے عقیقه اور قربانی دینے کا حکم دیتے هیں ''اور امام مالک اس اس قول کو بهی ذکر کرتے هیں که عقیقه کرنا مستحب هے، اگرچه ایک چڑیا ذبح کرکے عقیقه کیا جائے۔

امام مالک نے یه بهی کہا هے که کسی کا عقیقه چڑیا سے نہیں ادا کیا جاتا هے کیونکه الله تعالی نے ''فرمایا که چوپائے جانوروں میں سے جو کچھ الله تعالی نے رزق دیا هے، ذبح کیا جائے۔

امام مالک نے یه بهی کہا هے که کسی کی طرف سے ساتویں دن سے پیشتر عقیقه نه دیا جائے۔ اور اگر ساتویں دن سے پہلے بچه مرگیا، تو عقیقه اس کا نه دیا جائے گا۔ اور نه بڑے کی طرف سے عقیقه دیا جائے۔ اور ساتویں هی دن دوپہر کے وقت عقیقه دیا جائے۔ که یہی وقت قربانی کے جانوروں کا هے، ان کا گوشت گهر والے کهائیں اور پڑوسیوں کو کهلائیں۔

امام ثوری فرماتے هیں که واجب نہیں، اگر عقیقه کیا جائے تو اچها هے، (استحباب کی طرف مائل هیں)۔

امام اوزاعی فرماتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت هے، اور لڑکے کا سر نه مونڈا جائے گا۔

''لیث فرماتے هیں اگر (جانور) مہیا نه هوسکے که سات دنوں میں عقیقه کیا جائے تو اس کے بعد عقیقه کرنے میں کوئی مضایقه نہیں، اور سات دنوں کے بعد واجب نہیں هے که کسی کا عقیقه کیا جائے ''۔

''امام مالک فرماتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ کیا جائے گا جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: ام کرز کعبیہ کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رض کی طرف سے ایک مینڈھا اور حسین رض کی طرف سے ایک مینڈھا عقیقہ دیا۔

حضرت حسن (بصری) سمرہ سے اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لڑکا اپنے عقیقہ کے عوض گروی رکھا ہوا ہے، تو اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور سر مونڈا جائے اور نام رکھا جائے۔

یزید بن عبدالمزنی اپنے باپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے، اور بچے کا سر خون آلود نہ کیا جائے۔''

ان روایات سے یہ امر واضح ہے کہ تابعین جو صحابہ سے قریب تھے باستثناء امام حسن بصری وجوب کے قائل نہیں، اور لڑکی کے عقیقہ کا انکار امام حسن بصری اور قتادہ دونوں سے ثابت ہے، اس طرح حسن بصری کا قول صرف لڑکے کے حق میں باقی رہتا ہے۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بہت سے آثار و احادیث دال ہیں کہ عقیقہ کے لئے لڑکا اور لڑکی میں کوئی امتیاز نہیں، ایک ایک بکری دینا کافی ہے، البتہ بعض احادیث و آثار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے۔ حالانکہ قربانی میں یا حج کے ایام میں دم دینے میں

یا دوسری عبادات میں یہاں تک کہ زکوۃ کے نصاب میں بھی کبھی کسی روایت سے کسی طرح کا امتیاز ثابت نہیں ۔

تیسرا نکتہ قابل اعتنا یہ ہے کہ احادیث کی روایتیں دوسری صدی سے کثرت طرق کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قبولیت حاصل کرنے لگیں، اور بعض احادیث بوجہ کثرت اسانید یا دوسری وجوہ کی بنا پر محدثین کے یہاں نسبتاً زیادہ مقبولیت حاصل کرگئیں، اور بعد کے قرون میں صحابہ کرام اور خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی طریقے ماند پڑنے لگے، صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے اعمال اور حضور ص کی سنتیں محدثین کے یہاں رفتہ رفتہ کثرت اسانید والے اقوال و افعال کے مقابل میں مستور و محجوب ہونے لگیں ۔ منجملہ دیگر بے شمار امثلہ کے خود قربانی اور عقیقہ کا مسئلہ بطور مثال قابل غور ہے کہ اس کے متعلق کچھ اقوال و آثار بیان کئے جاچکے، مزید تفصیل کے لئے امام طحاوی کے بعد کے حنفی امام ابوبکر جصاص رازی کی کتاب احکام القرآن (ج ۳، ص ۲۴۸ - ۲۵۰) سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :-

"فقہا کے مابین قربانی کے واجب ہونے میں مختلف اقوال ہیں، امام شعبی ابو سریحہ سے روایت کرتے ہیں : کہا میں نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دونوں قربانی نہیں کرتے تھے ۔ عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھ کو یوم اضحیٰ میں دو درہم کا گوشت خریدنے کو بھیجتے، اور فرماتے جو تم سے پوچھے، کہہ دو یہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی قربانی ہے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی حتمی (یقینی) نہیں بلکہ سنت اور نیک عمل ہے، (نوٹ : ان اقوال پر عمل کرنے اور ان سے راہنمائی حاصل کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تاریخی حقائق کو پیش نظر رکھیں، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض نے

اپنے بچوں ، خلافت کے بعد بھی اتنا کم مال چھوڑا جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی، کیونکہ یہ دونوں حضرات اپنا سب کچھ مسلمانوں کی بھلائی اور دینی خدمت کے لئے خرچ کردیتے تھے، ان کے پاس اتنا بچتا ہی کب تھا کہ قربانی کرتے۔ قربانی تو صاحب نصاب پر واجب ہے، ایسے لوگوں پر واجب نہیں جن پر زکواۃ فرض نہ ہو۔ ایسے حضرات جو حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کی مثالیں پیش کرکے لوگوں کو قربانی سے باز رکھنا چاہتے ہیں وہ درحقیقت لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ۔ البتہ بعض مالدار بھی اپنے غریب پڑوسیوں کی خاطر اور ان کی امداد کے لئے کبھی کبھی قربانی ترک کردیتے تھے جن کی تعداد بہت کم ہے اور ایسی شخصی آراء پر آثار صحابہ اور سنت نبوی کے مقابل میں عمل نہیں کیا جاسکتا، جیسے ابو مسعود انصاری کا قول آگے آتا ہے ۔)

"ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں :۔ میں البتہ (اضحی) چھوڑ دیتا ہوں، اور میں مالدار ہوں ، اس ڈر سے کہ کہیں میرے پڑوسی یہ نہ سمجھیں کہ یہ مجھ پر حتمی ہے ۔ (نوٹ : اس قول کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے اپنے مال و دولت کو چھپانا چاہتے تھے تاکہ مدد کے لئے انہیں تنگ نہ کریں ۔ یا انہیں استطاعات نہ ہونے پر احساس کمتری نہو ۔)

" ابراهیم نخعی فرماتے ہیں کہ قربانی واجب ہے ، مسافر پر واجب نہیں ،ان سے یہ روایت ثابت ہے، کہتے تھے جب لوگ (اپنے گھروں میں) حاضر ہوتے تو قربانی کرتے اور جب حالت سفر میں ہوتے تو قربانی نہیں کرتے تھے۔ یحیی بن یمان بواسطۂ سعید بن عبدالعزیز مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ قربانی واجب ہے، امام ابو حنیفہ، محمد اور زفر کا قول ہے کہ قربانی مقیم مالداروں پر عام ازیں کہ شہری

ہوں یا قروی (دیہاتی) واجب ہے، مسافروں پر واجب نہیں، اگرچہ مسافر مالدار ہوں، اور مالداری کی حد یہ ہے کہ اتنی دولت ہو کہ مالک پر صدقۂ فطر واجب ہو، (یعنی بروقت اتنی دولت جمع ہوجائے کہ اگر وہ رقم سال بھر رہے تو زکات واجب ہوجائے ۔) امام ابو یوسف سے بھی ایک قول ایسا ہی ثابت ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ قربانی واجب نہیں سنت ہے ۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ مسافر ہو یا مقیم (مالدار ہونے پر) ضروری ہے اور بلا عذر ترک کرے تو برا کرتا ہے ۔ امام ثوری اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں ہے، امام ثوری کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے ترک کرنے میں مضایقہ نہیں، اور عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ قربانی کی رقم اپنے باپ (محتاج) کو اگر دےدے تو قربانی کرنے سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔''

یہاں قربانی کے متعلق اقوال مذکورہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فقہاء قدیم اپنے عہد کے اہل علم و بصیرت اور سنن متوارثہ کے پیش نظر عام امت کی رہنمائی کے لئے اپنے فیصلوں کا اظہار کیا کرتے تھے، اور ان تجزیہ کئے ہوئے احکام میں روز افزوں آثار و احادیث کی روایت کے پیش نظر محدثین اپنے اپنے اقوال و فیصلے منضبط کرتے تھے، آئیے آپکی توجہ پھر عقیقہ کے نسخ والے دونوں آثار جنکی نسبت ام المؤمنین حضرت عایشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف کی گئی ہے اور علامہ کاسانی کے اقتباس کے ذیل میں بیان کئے جاچکے ہیں، کی طرف منعطف کی جاتی ہے، امام ابوبکر رازی نے (احکام القرآن، جلد ۳، ص ۲۶۹) عقیقہ کے لئے اضحیہ کے ناسخ ہونے کا ذکر اس طرح کیا ہے :

''قربانی کے وجوب کی دلیل میں اس روایت کو پیش کیا جاتا ہے جس

ابن جیفی نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے، قال: نسخت الاضحیۃ کل ذبح قبلها و نسخت الزکاۃ کل زکاۃ کانت قبلها، و نسخ صوم رمضان کل صوم کان و نسخ غسل الجنابۃ کل غسل کان قبله، قالوا فهذا یدل علی وجوب الاضحی لسخ به ما کان قبله ولا یکون المنسوخ به الا واجبا، الاتری ان کل ما ذکره ناسخ لما قبله فهو فرض او واجب‘‘، قربانی ہر اس ذبیحے کی ناسخ ہوئی قربانی سے قبل کیا جاتا تھا، زکات نے قبل کے زکات و صدقہ کو منسوخ دیا، اور رمضان کے روزے سے قبل کا روزہ، اور غسل جنابت سے قبل کا غسل سوخ ٹھیرا، لوگ کہتے ہیں کہ یہ قربانی کے وجوب پر دلیل ہے، کیونکہ کی وجہ سے قبل کی رسم منسوخ ہو گئی اور (عام طور پر) کوئی چیز واجب سے منسوخ قرار پاتی ہے، کیونکہ اس روایت میں ہر ناسخ چیز یا تو فرض یا واجب‘‘ ہے۔

ان احادیث و آثار سے نسخ کی روایتوں کی تقویت ہوتی ہے، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا محمد کے حاشیہ التعلیق الممجد (مطبع یوسفی) صفحہ ۲۹۱ پر ان روایات کی مزید تحقیق کی ہے، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ حدیث نسخ دارقطنی اور پھر بیہقی نے اپنے اپنے سنن میں اس طرح روایت کی ہے: ’’عن المسیب بن شریک عن عقبۃ بن الیقظان عن الشعبی عن مسروق عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسخت الزکاۃ کل صدقۃ و نسخ صوم رمضان کل صوم و نسخ غسل الجنابۃ کل غسل و نسخت الاضحی کل ذبیح:
ترجمۃ: مسیب بن شریک، عقبہ بن الیقظان، شعبی اور مسروق کی وساطت سے حضرت علی رض سے روایت ہے آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکات نے ہر قسم کے صدقہ کو، اور رمضان کے روزہ نے ہر روزہ کو اور غسل جنابت نے ہر غسل کو، اور قربانی نے ہر قسم کے ذبیحہ کو منسوخ کر دیا‘‘۔

البتہ دارقطنی اور بیہقی دونوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

دارقطنی کا قول ہے کہ مسیب بن شریک اور عقبہ متروک ہیں، اور عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف میں نکاح کے آخر میں حسب بیان عینی و زیلعی و ابن حجر اس حدیث کو حضرت علی رض پر موقوف بتایا ہے۔ بہر کیف مولانا لکھنوی رحمۃاللہ علیہ نے عقیقہ کے متعلق دوسری احادیث کی بنا پر عقیقہ کے استحباب کی طرف میلان کا اظہار کیا ہے۔ امام ابوبکر رازی نے بھی قربانی کے ضروری ہونے اور وجوب پر دلالت کرنے والی روایتوں کو بیان کیا ہے، اور یہ سب حدیثیں صحاح ستہ کے اکثر جامع میں مذکور ہیں۔ اسی طرح عقیقہ کے متعلق بھی بہت سی احادیث کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما سے یہ ساری حدیثیں کیونکر مستور رہیں، یا ان حدیثوں کو امام ابو یوسف، امام اوزاعی، مکحول شامی اور محمد بن حسن الشیبانی نے کیوں نظر انداز کردیا، اور صرف ان حدیثوں کو کیوں نقل کیا جن سے ان کا مسلک ہم‌آہنگ تھا، پھر ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مختلف مقامات میں ہونے کے باوجود ان حضرات سے استحباب و وجوب والی حدیثیں کیونکر رہ گئیں؟ ہمیں ان حضرات کے ورع و تقوی، امانت و دیانت، صداقت و ایمانداری کا پورا یقین ہے، اور یہ کسی طرح باور نہیں کیا جاسکتا کہ ان ائمہ مجتہدین نے، نعوذ باللہ قصداً اپنے مسلک کے خلاف مضامین کی احادیث کو ترک کردیا۔ حاشا و کلا! اس کا کسی طرح ادنی گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر جب امام شوکانی کی بیان کردہ حکایت پر غور کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے عقیقہ کے متعلق یہ فرمایا کہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے مٹا دیا، (و حکی صاحب البحر عن ابی حنیفۃ ان العقیقۃ جاہلیۃ محاہا الاسلام نیل الاوطار الجزء الخامس ص ١٠٣) ۔ گو یہ روایت امام محمد کی نسبت سے الآثار اور مؤطا امام محمد میں موجود ہے اور کاسانی کے بیان اس کے ملاحظہ کا نتیجہ اس طرح نکلتا ہے کہ ام

المؤمنین حضرت عایشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے مطابق عقیقہ کا منسوخ ہونا اور اس کا مباح ہونا ظاہر ہوتا ہے، جس کی تفصیل مختلف ائمہ مجتہدین کے اقوال کے تجزیہ کے ساتھ گزر چکی۔ البتہ حیرت اس بات پر ہے کہ آخر امام ابو حنیفہ کی طرف جس قول کی نسبت صاحب البحر کی حکایت کے ضمن میں کی گئی ہے کسی دوسرے ماخذ میں کیوں نہیں ملتا ؟

کتاب محولہ بالا البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار، تالیف احمد بن یحیی بن المرتضی (المتوفی ۸۴۰ھ) مکتبہ الخانجی، جلد ۴، صفحہ ۳۲۳، کی عبارت حسب ذیل ہے : "(محمد) كانت فی الجاهلية و صدر الاسلام، فنسخت بالاضحية ، قلنا : لا دليل على النسخ بل هی بدعة ، اذهی جاهلية محاها الاسلام،، (امام محمد) عقیقہ جاہلیت میں تھا اور شروع اسلام میں قربانی سے منسوخ ہو گیا، ہم کہتے ہیں کہ نسخ پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بدعت تھی جس کو اسلام نے مٹا دیا،، غرض اس قول کا انتساب امام ابو حنیفہ کی طرف صحیح نہیں اور غالباً یہ امام شوکانی کا اضافہ ہے۔

امام ابن حزم کی محلی (جزء ۷، ص ۵۲۳)، امام شعرانی کی میزان الکبری (ج ۲، ص ۵۸) میں وجوب و استحباب و اباحت پر مشتمل مختلف ائمہ کے اقوال مذکور ہیں، مگر امام ابو حنیفہ کا قول جو زیر نظر ہے کہیں مذکور نہیں ، اور نہ کہیں کتاب الام میں اس کا سراغ مل سکا، حالانکہ اس فقہی دائرۃ المعارف میں ائمہ کے اختلافی اقوال بکثرت مذکور ہوئے ہیں۔

ان تاریخی حقایق کے پیش نظر راقم الحروف کی یہ توجیہ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ قرن اول و ثانی میں جو احادیث معمول بہا تھیں۔ بعد کے قرون اولی میں محدثین کے یہاں منضبط نہ ہوسکیں، یا اول وثانی قرون میں فقہا و محدثین نے جن روایات کو ضبط کیا اور جن سے مسائل کا استنباط کیا سیاسی دینی اور اعتقادی اختلافات کے رونما ہونے کے بعد ان روایات کی جگہ بےشمار

دوسری روایتوں نے لے لی۔ اس طرح فقہا و محدثین کے گروہ ظاہر ہوئے اور دونوں کے درمیان خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ اس نتیجہ سے ارباب ظواہر کے مسلک ضرور معرض خطر میں پڑجاتے ہیں، مگر محدثین و مجتہدین کے اختلافی مسائل کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے، اور ان کا حل بسہولت تمام میسر ہو جا تا ہے، نیز ان تحقیقات سے بہت سے حل طلب مشکل مسائل کی عقدہ کشائی ہوتی ہے، اور مستشرقین کے بے شمار شکوک و شبہات کا بالکلیہ ازالہ ہو جاتا ہے۔

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اکتسابه، و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔